سیرتِ طیبہ اور کشفی صاحبؒ

سید عزیز الرحمٰن

کشفی صاحب بھی رخصت ہوئے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو طلوع ہونے والا علم وفضل کا یہ آفتاب ۱۵ مئی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں غروب ہوگیا۔ پون صدی کا مسافر بالآخر اپنی منزل کو پہنچ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کشفی صاحب السیرہ کے سرپرستوں میں سے تھے، جن کی مشاورت اور رہنمائی ادارے کو ہمہ وقت حاصل تھی۔ کشفی صاحب کی رحلت ادارے کا ذاتی نقصان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ کشفی صاحب کی خدماتِ سیرت کے حوالے سے ایک تعارفی تحریر شاملِ اشاعت کی جارہی ہے۔ ادارہ

فنِ سیرت درحقیقت محبت والفت کا فن ہے۔ یہ دنیا عشق ومستی کی دنیا ہے۔ یہاں کے قواعد بھی نرالے ہیں اور یہاں کے جام وسبو بھی الگ ہیں۔ جسے اس دنیا کی زندگی نصیب ہوگئی وہ تا ابد جاوداں ہوگیا، اور اس چشمۂ صافی سے جس نے ایک جرعہ بھی چکھ لیا وہ تا عمر اسی کوچے کا ہوکر رہ گیا۔ یہ سب نہ لفاظی ہے نہ مبالغہ آرائی، حقیقت ہے اور سو فیصد حقیقت۔ کتنے ہیں جو زندگی بھر مختلف اصناف میں طبع آزمائی کرتے رہے، ان کی محنت، تشخص، پہچان اور مہارت کچھ اور تھی، مگر جب بارگاہِ نبوت سے وابستہ ہوئے تو تشخص بدل گیا۔ میدان تبدیل ہوگیا۔ مہارتیں کسی اور کام آنے لگیں اور ان کی حیاتِ مستعار فکر و عمل سیرت میں ہی بسر ہونے لگی۔

سیرتِ طیبہ کا یہی وہ پہلو ہے جس سے ناواقفیت غلط فہمیوں کو جنم دیتی اور مستشرقین کو مغالطوں میں غلطاں رکھتی ہے۔ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سیرت نگاروں کے تعلق اور ان کی عقیدت و محبت کے بارے میں جناب ڈاکٹر محمد احمد غازی کا ایک اقتباس دیکھیے:

> علمائے کرام اور محققین ومدونین سیرت نے یہ کوشش کی کہ ہر وہ چیز، جس کا حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ذرہ برابر کا بھی تعلق ہے۔ بے شک کوئی براہِ راست تعلق نہ ہو، لیکن تھوڑا سا تعلق بھی ہو۔ تو اس کو بھی سیرت کے مطالعے کے دائرے میں لایا جائے۔ یہاں تک

کہ وہ چیزیں جن کا کوئی اثر حضور ﷺ کے پیغام کو سمجھنے پر نہیں پڑتا ان کو بھی مدوّن کرلیا گیا۔ اگر وہ معلومات نہ بھی ہوتیں تو بھی شاید علم سیرت کی وسعت اور اہمیت میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی، لیکن سیرت نگاروں کی ذاتی محبت، ذاتی عقیدت اور غیر معمولی احترام اور اہتمام نے وہ چیزیں بھی مرتب کرائیں۔ یہ غیر معمولی محبت اور احترام صحابہ کرام کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔ یہ بات میں نے اس لئے کہی کہ ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے اور گناہ گار سے گناہ گارترین مسلمان کو بھی اس بات کا اندازہ ہے کہ ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے لئے عقیدت و احترام اور عظمت کے کون سے جذبات و احساسات ہیں جو مسلمانوں کے دلوں میں پنہاں ہوتے ہیں اس سے کوئی مسلمان ناواقف نہیں ہے۔ مغربی مستشرقین اکثر اس چیز سے ناواقف ہوتے ہیں، اور انہوں نے کبھی اس غیر معمولی اور بے نظیر و بے مثل محبت وعقیدت کا احساس ہی نہیں کیا جو مسلمانوں کے دلوں میں فروزاں رہتی ہے۔ بڑا گھسا پٹا سا مصرعہ ہے جو کسی دوسرے سیاق و سباق میں کہا گیا تھا لیکن مستشرقین پر ضرور صادق آتا ہے: ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں۔(۱)

سیرت ہے کیا؟ نبی کریم ﷺ کے تعلق سے وجود میں آنے والی تمام معلومات سیرتِ طیبہ کے مباحث اور معلومات کا درجہ رکھتی ہیں۔ برعظیم پاک و ہند کے عظیم عالم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

آنچہ متعلق بہ وجود پیغمبر ﷺ وصحابہ کرام وآل عظام است، واز ابتدائے تولد آن جناب تا غایت وفات، آن راسیرت گویند۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کے کے وجود گرامی سے جو کچھ بھی متعلق ہے، آپ کے صحابہ کرام، اہلِ بیت اور آل عظام سے جو بھی چیز تعلق رکھتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے لے کر اور آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک، ان سب کی تفصیل کو اسلامی علوم وفنون کی اصطلاح میں سیرت کہتے ہیں۔

لفظ سیرت کا اطلاق کن مباحث پر ہوتا ہے، ایک اور محقق اور عالم ڈاکٹر سید عبداللہ کا بیان دیکھئے:

سیرت کا مفہوم طریقے و مذہب، سنت، ہیئت، حالت اور کردار تک محدود نہیں، بلکہ اس سے مراد داخلی شخصیت، اہم کارنامے اور اکابر کے حالاتِ زندگی بھی ہیں۔(۳)

یہاں اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے سیرت کے مطلق مفہوم کا ذکر کیا ہے، لیکن دوسرے مقام پر وہ اس

مؤقف کو کہ سیرت سے مراد صرف نبیٔ اکرم کی سیرتِ مبارکہ ہے، بالکل واضح اسلوب میں بیان کرتے ہیں:

تمام اشخاص کی بایوگرافی (سوانح) کو سیرت کہنا زیادتی ہے، کیونکہ سیرت کے لفظ کو اُصولی طور پر آنحضرت ﷺ کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہئے۔ (۴)

یہ اعزاز اردو کو حاصل ہے کہ اردو میں سیرت نگاروں کی ایک کہکشاں ہے، جو کرۂ ارض پر ڈیڑھ سو برس میں نمودار ہوئی ہے، اس کی رنگارنگی اور ہمہ جہتی ایسی امتیازی ہے کہ کیفیت اور اہمیت دونوں اعتبار سے مباحثِ سیرت کا جو تنوع اور پھیلاؤ اردو میں دکھائی دیتا ہے کسی اور زبان میں دکھائی نہیں دیتا۔

حالات

کشفی صاحب محقق تھے، نقاد تھے، ماہر لسانیات تھے، شاعری کی، افسانے لکھے، خاکہ نگاری کی، ادب پڑھا اور پڑھایا۔ مذہبیات پر عبور حاصل کیا۔ سیرت پر باقاعدہ لکھا۔ سب کچھ تھے بلکہ صاحب اسلوب تھے اور اس سے بھی بڑھ کر ایک بڑے انسان تھے۔ ایک مکمل انسان۔ بلکہ مثالی انسان۔

کشفی صاحب کا غذات میں درج تاریخ کے مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو کان پور انڈیا میں پیدا ہوئے مگر آپ کا اپنا بیان ہے کہ میرا سنِ پیدائش ۱۹۳۰ء یا اس سے کچھ پہلے ہے۔ (۵)

کشفی صاحب کان پور کے علاقے بیگم گنج میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق صاحب علم وفضل خانوادے سے تھا۔ حضرت غلام رسول رسول نماؒ آپ کے جدامجد ہیں۔ کشفی صاحب کے دادا سید شاہ محمد اکبر عالمِ دین اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ انہیں عربی، فارسی، اور اردو پر مکمل گرفت حاصل تھی۔ آپ کے والد سید ابومحمد تھے جو ثاقب تخلص کرتے تھے۔ آپ کے والد ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ معروف شاعر تھے، غزل اور نظم دونوں میں طبع آزمائی کی۔ نثر بھی خوب لکھتے تھے، آپ کے مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے۔ متاعِ درد، روحِ جاوداں، انتخابِ سودا، آریہ سماج کا آئینہ انہوں نے اپنی تحریری یادگاریں چھوڑی ہیں۔

کشفی صاحب نے ابتدائی تعلیم اس عہد کے رواج کے مطابق اپنے گھر پر حاصل کی۔ بڑے ہوئے تو اردو اور ریاضی کے اسباق شروع کئے گئے۔ کچھ عرصے بعد ان کی تعلیم کے لئے باقاعدہ استاد کا انتظام کیا گیا۔

مولانا سعید رزمی آپ کے پہلے استاد ہیں جن سے آپ نے فارسی کی تعلیم حاصل کی جس سے آپ کو فارسی زبان پر مکمل عبور حاصل ہوگیا: آپ خود فرماتے ہیں:

مولانا کا پڑھانا میرے حق میں مفید ثابت ہوا ایک ہی سال میں فارسی میں اس حد تک

رواں ہوگیا تھا کہ جلسوں میں فی البدیہہ تقریر کرلیتا۔ میں بہ مشکل آٹھ نو سال کا تھا۔(۶)

۱۹۴۰ء کے لگ بھگ آپ نے ایک عرب معلم سے عربی زبان سیکھی اور اس قدر سیکھی کہ آپ نے عربی زبان پر قدرت حاصل کرلی۔ ۱۹۴۰ء میں ہی آپ نے لطیف اثر اور جناب عبدالستار صاحب سے دو ماہ تک انگریزی تعلیم حاصل کی۔ اردو، عربی، فارسی کی بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ''حلیم مسلم کالج کان پور'' میں چھٹی جماعت میں داخلہ لیا اس کے بعد ''کرائسٹ چرچ کالج'' میں زیر تعلیم رہے۔ یہ ۱۹۴۵ء۔ ۱۹۴۶ء کی بات ہے۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامے اور قیام پاکستان سے ذرا پہلے انٹر الہ آباد بورڈ سے کرائسٹ چرچ کالج بی۔ اے کی سند حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے پاکستان جانے کو ترجیح دی اور چند ساتھیوں کے ساتھ آپ ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ یہاں آپ نے سندھ یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرز اور اردو آنرز میں پہلی پوزیشن حاصل کی، پھر ۱۹۵۲ء میں جامعہ کراچی سے ایم۔ اے اردو کیا۔ اور ۱۹۶۱ء میں کولمبیا یونیورسٹی سے ایم۔ اے انگریزی کیا۔ آپ کے مقالے کا عنوان تھا ''انگریزی کی تدریس بہ حیثیت غیر ملکی زبان''۔

۱۹۷۱ء میں اردو ادب میں جامعہ کراچی سے ''اردو شاعری کا سیاسی وتاریخی پس منظر ۱۷۰۷ء۔ ۱۸۵۷ء'' کے زیر عنوان اپنا تحقیقی کام مکمل کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ازدواجی زندگی

ڈاکٹر صاحب کی پہلی شادی ۱۹۵۷ء میں طاہرہ بیگم سے ہوئی۔ ان سے آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں زندگی کے خوب صورت سات سال آپ کے ساتھ گزار کر طاہرہ کشفی دو چھوٹے بچوں کے ساتھ ایک حادثے کے نتیجے میں اللہ کو پیاری ہوئیں۔

۱۹۶۶ء میں محترمہ بلقیس شاہین صاحبہ سے عقد ثانی ہوا۔ مگر اس عقد کے فوراً بعد آپ اپنے صاحب زادے ابو احمد عاکف کے ساتھ پہلے عمرے پر اور پھر اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں امریکہ روانہ ہوگئے۔ وہاں سے آپ کی واپسی فروری ۱۹۶۸ء میں ہوئی اور جولائی ۱۹۶۸ء رخصتی عمل میں آئی۔

تدریس

کشفی صاحب کی علمی، دینی اور تحقیقی اور تنقیدی سرگرمیاں اپنی جگہ، وہ بنیادی طور پر ایک استاد تھے، اور ان کی عملی زندگی کا آغاز بھی بحیثیت استاد ہی ہوا۔ آپ کی تدریسی زندگی کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس

کا دورانیہ بھی کئی عشروں کو محیط ہے۔ آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۵۶ء میں اسلامیہ کالج کراچی سے کیا۔ یہاں آپ تین سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۵۹ء میں کشفی صاحب جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو سے منسلک ہوگئے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ جاپان کی اوساکا یونیورسٹی کے شعبۂ ادبیات پاک و ہند سے وابستہ ہوگئے۔ اور وہاں اردو کے پروفیسر کی حیثیت سے آپ نے تین سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۴ء میں دوبارہ جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو سے منسلک ہوگئے۔ جامعہ کراچی میں آپ کا تدریسی دورانیہ سب سے طویل ہے۔ یہاں آپ نے کچھ عرصے صدر شعبہ کے فرائض بھی انجام دیئے۔ اور یہیں سے آپ مدت ملازمت پوری کرکے ۱۹۹۲ء میں ریٹائر ہوگئے۔

کشفی صاحب کے بارے میں یہ چند ضروری سوانحی سطریں اس لئے تحریر کی گئیں تاکہ ان کا سوانحی خاکہ مختصراً ان قارئین کے سامنے آسکے، جو اس سلسلے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ذیل میں ان کی تصانیف اور تالیفات کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے، تاکہ ان خدمات کا ایک ہلکا سا خاکہ سامنے آسکے۔

☆ آدمی اور کتاب۔ جون ۲۰۰۴۔ زین پبلی کیشنز، کراچی

☆ آئینہ خیال (ترتیب)۔ ۲۰۰۵ء۔ نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز، کراچی

اخلاق محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں۔ (زیر اشاعت)

☆ اردو شاعری کا سیاسی و تاریخی پس منظر (۱۷۰۷۔۱۸۵۷)۔ اگست ۱۹۷۵ء۔ ابنِ حسن آفسٹ پریس، کراچی۔ مکرر اشاعت، نشریات، لاہور ۲۰۰۷ء

☆ اردو کا نثری ادب

☆ امام ابوحنیفہؒ۔ ۱۹۹۳ء مجلس نشریات اسلامی ناظم آباد، کراچی

☆ امریکی انتخابات ایک جائزہ۔ اردو اکیڈمی سندھ، مشن روڈ، کراچی

☆ انتخاب مضامین تہذیب الاخلاق (ترتیب)۔ نومبر ۱۹۵۴ء، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

☆ انتخاب مقالات حالی۔ (ترتیب)۔ دسمبر ۱۹۵۴ء۔ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

☆ باغ و بہار (ترتیب)۔ ۱۹۶۵ء۔ اردو اکیڈمی سندھ مشن روڈ، کراچی

☆ بینا نابینا۔ اردو اکیڈمی سندھ، مشن روڈ، کراچی

☆ تعارفِ اسلام

☆ تنقیدی سرگوشیاں ۲۰۰۷ء۔ زین پبلی کیشنز، کراچی

☆ ثانی اثنین مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر (ترتیب) ۱۹۸۴ء۔ مکتب اہل سنہ و جماعۃ، کراچی

☆ چراغِ تجلی (ترتیب)۔ اگست ۱۹۹۴ء بزمِ حمد و نعت کندن اسٹریٹ، کراچی

☆ جدید اردو ادب کے دو تنقیدی جائزے۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء۔ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔

☆ حیات محمدی ﷺ قرآن کے آئینے میں

☆ خواجہ حسن نظامی

☆ رسول ﷺ اللہ کے نقش قدم پر ایک دن ۲۰۰۱ء۔ خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز

☆ روشنی کا مینار۔ ۱۹۵۸ء۔ مکتبۂ مہر نیم روز

☆ رہنمائے ادب (تین حصے)۔ جون ۱۹۵۹ء۔ فیڈرل بک ڈپو، اردو بازار، کراچی

☆ سر سید احمد خان کا آئینہ خانہ افکار (ترتیب)۔ اشاعت اول ۱۹۹۸ء۔ فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ اردو بازار، کراچی

☆ سلطان صلاح الدین ایوبی۔ ۱۹۵۶ء اردو اکیڈمی سندھ مشن روڈ، کراچی

☆ شاعری پر ایک نظر اور چھ غزلیں شرح کے ساتھ۔ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

☆ شوکت تھانوی۔ مکتبہ جامعہ مقلم ملی، ملیر سٹی، کراچی

☆ صادق الخیری کے بہترین افسانے (ترتیب)۔ اگست ۱۹۸۴ء۔ شہناز بک کلب

☆ عبدالکریم سومار۔ جنوری ۱۹۸۴ء۔ مجلس مطبوعات و تحقیقات اردو جامعہ نگر جامعہ کراچی

☆ عکسِ محمدی ﷺ قرآن کے آئینے میں (ترتیب)۔ جولائی ۱۹۷۰ء طاہرہ کتاب گھر، کراچی

☆ مجالسِ رنگین (ترتیب) جولائی

☆ مختصر تاریخ امریکہ۔ اشاعت اول ۱۹۶۶ء اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

☆ مرزا غالب حالات زندگی

☆ مرزا ہادی رسوا از عزیز لکھنوی (ترتیب)۔ ۱۹۸۵ء۔ ذکی سنز پرنٹرز، کراچی

☆ مسلماں کی زندگی کیا ہے؟

☆ مقام محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں۔ ۲۰۰۵ء۔ دارالاشاعت، کراچی

☆ منشی ذکاء اللہ دہلوی عرب قبل اسلام (ترتیب)۔ ۱۹۶۴ء۔ طاہرہ کتاب گھر بندر روڈ، کراچی

☆ مولانا جلال الدین رومی

☆ نسبت۔ ۱۹۹۹ء۔ خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز

☆ نعت اور تنقیدِ نعت۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔ طاہرہ کشفی میموریل سوسائٹی

☆ نقشِ سعادت (اردو نعتیہ شاعری کا ایک انتخاب) (ترتیب)۔ جولائی ۱۹۶۶ء۔ طاہرہ کتاب گھر، کراچی

☆ وطن سے وطن تک۔ ۲۰۰۰ء۔ اقلیم نعت شادمان ٹاؤن نمبر ۲ شمالی، کراچی

☆ ہمارے سرسید۔ اردو اکیڈمی سندھ مشن روڈ، کراچی۔

☆ ہمارے عہد کا ادب اور ادیب۔ دسمبر ۱۹۷۱ قمر کتاب گھر، کراچی۔

☆ ہمارے عہد کے ادب، لسانی اور تعلیمی مسائل۔ ۲۰۰۶ء۔ زین پبلی کیشنز، کراچی

☆ یہ لوگ بھی غضب تھے۔ ۱۹۸۹ء فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی

☆From Home To Homeland (Personal Reflection of Spiritual Journey)-Khwaja Printers and Publishers, Karachi.

☆ Sound and Whisper Tahira Kashif Memorial Society

کشفی صاحب اور سیرت طیبہ

کشفی صاحب بنیادی طور پر ادب کے آدمی تھے، مگر جب وہ سیرت نگاری کی طرف متوجہ ہوئے تو پھر شاید اسی کے ہو رہے، ادب سے تعلق ان کا برقرار رہا، ادب پر لکھتے بھی رہے، مگر یہ سیرت کی برکت تھی کہ پھر سیرت نگاری اور نعت وتنقید نعت ہی ان کی پہچان بنی۔ اور ادب سے (عرف عام میں مراد لئے جانے والے ادب سے، ورنہ تو راقم کے نزدیک خود سیرتِ طیبہ پر ان کی تینوں کتابیں سیرت کے ساتھ ساتھ ادب عالیہ کا بھی شاہ کار ہیں) ان کا تعلق پس منظر میں چلا گیا۔

کشفی صاحب کی سیرت نگاری کی ابتدا تو بہت پہلے ہوگئی تھی۔ سیرت طیبہ پر اپنی پہلی باقاعدہ کتاب ''حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کے آئینے میں'' کے ابتدائیے میں ''حرفِ اول'' کے تحت کشفی صاحب خود تحریر فرماتے ہیں۔

> زیرِ نظر کتاب کا آغاز ۱۹۶۶ء میں مدینہ منورہ میں ہوا گنبدِ خضریٰ کے جلووں کو نظروں میں آباد کر کے سرورِ دنیا و دین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اور صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کیا پھر صُفہ کے قریب بیٹھ کر اس تحریر کا آغاز کیا شاید وہ ستمبر کی نویں یا دسویں تاریخ تھی۔ اس تحریر نے ایک مضمون کی شکل اختیار کی اور یہ مضمون سیارہ ڈائجسٹ لاہور کے کسی شمارے میں شائع ہوا، پتہ نہیں کیسے بعض حصے حذف ہوگئے، بعد میں یہی

مضمون ایک مختصر کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا، ''عکسِ محمدی ﷺ قرآن کے آئینے میں''(۷)

اس کتاب کا یہ سفر جاری رہا، ۱۹۷۰ میں کشفی صاحب تدریس کے سلسلے میں جاپان گئے تو وہاں پھر اس جذبۂ سیرت نگاری کو تحریک ہوئی اور اس کتابچے کو بڑھانے اور نئے انداز سے لکھنے کا خیال آیا اور کام شروع کر دیا۔ اس کتاب کا پہلا مسودہ ۱۹۷۱ میں مکمل ہو چکا تھا، مگر اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آسکی، اور اشاعت التوا کا شکار ہوتی رہی، حتیٰ کہ ۱۹۹۰ء آگیا۔ ۱۹۹۰ء میں دادا بھائی فاؤنڈیشن کے تحت حیاتِ محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں پہلی بار شائع ہوئی۔

اس سے قبل جب آپ ۱۹۶۶ء میں عکسِ محمد ﷺ پر کام کر رہے تھے تو اس عرصے میں آپ نے ایک مضمون ''اردو میں سیرت نگاری'' کے زیرِ عنوان بھی تحریر کیا، یہ مضمون نقشِ سیرت، مرتبہ ڈاکٹر نثار احمد میں شائع ہوا۔ اسی کتاب پر تاریخِ اشاعت ستمبر ۱۹۶۸ء تحریر ہے، یقیناً یہ مضمون اس سے قبل تحریر کیا گیا۔

ذیل میں کشفی صاحب کی سیرت نگاری کے متعلق چند تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔

سیرت نگاری

کشفی صاحب کی سیرت نگاری کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ کتبِ سیرت

۲۔ مضامینِ سیرت

۳۔ کتبِ سیرت کے مقدمے، دیباچے، فلیپ اور تبصرے

۴۔ نعت اور تنقیدِ نعت

۱۔ کتبِ سیرت

کشفی صاحب نے جب ''عکسِ محمدی'' سے سیرت نگاری کا آغاز کیا تو آپ کے ذہن میں سیرت طیبہ کو قرآن کریم کے آئینے میں پیش کرنے کے سلسلے میں ایک واضح خاکہ موجود تھا۔ اس سلسلے کی دوسری کتاب مقامِ محمد ﷺ کے ابتدائیے ''حرفِ اول'' کے تحت لکھتے ہیں:

> حمد اس ربّ العزت کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم عطا کیا اور اس سلسلہ کو جاری رکھا، جس نے ہمیں تخلیق فرمایا اور بیان کی قوت عطا کی تاکہ یہ قوت و صلاحیت اس کے اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر، قرآن حکیم کی تعلیمات کی اشاعت اور انسانی زندگی

کی تعمیر کے لئے صرف کی جائے۔(۸)

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مصنف کی یہ خواہش پوری کی اور تینوں حصوں کی تکمیل وہ اپنے قلم سے فرما گئے۔البتہ تیسرا حصہ کتابی شکل میں آپ کے سامنے اشاعت پذیر نہ ہوسکا۔

اس سلسلے کی پہلی کتاب ''حیاتِ محمد ﷺ قرآنِ حکیم کے آئینے میں'' ہے،اس کتاب کے آغاز اور اشاعت کی تاریخ کے سلسلے میں آغاز میں تحریر کیا جاچکا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار دادا بھائی فاؤنڈیشن کے تحت ۱۹۹۰ء میں اور دوسری بار دارالاشاعت کراچی کے تحت ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی،۲۶۲ صفحات کی ضخامت لئے ہوئے یہ کتاب اور کتبِ سیرت میں اچھا اضافہ ہے،خصوصاً اپنے اسلوب کے اعتبار سے یہ کتاب جاندار علمی کاوش قرار دی جاسکتی ہے۔سیرت کا قاری ہر دور میں موجود رہے گا۔ پھر ایک بات اور بھی ہے،مصنف رحمہ اللہ نے جس جذبے اور جس عاجزی کے ساتھ اس کتاب کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے وہ بھی قابلِ قدر ہے،اسی کتاب کے ''حرف اول'' میں فرماتے ہیں:

> مجھے اپنی بے بضاعتی،کم علمی اور کوتاہیوں کا پورا اندازہ ہے لیکن میری تمنا ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ حضور ﷺ کے سیرت نگاروں،اور مداحوں میں میرا شمار بھی ہو۔(۹)

کتاب کا آغاز ''دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا'' کے عنوان سے ہوتا ہے،اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

> سعودی عرب میں مغرب کے وقت جب مؤذن بیت اللہ اور مؤذن مسجد نبوی ﷺ کے ہونٹوں پر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کا نام دعوتِ صلاۃ وفلاح میں آتا ہے تو وقت کی رفتار ناپی جاتی ہے،اور گھڑیاں اس آواز پر اسی طرح متحد ہو جاتی ہیں جس طرح ان دونوں عناصر (توحید ورسالت) نے دنیائے اسلام کو متحد کر رکھا ہے۔
>
> یہ آواز چودہ صدیوں سے گونج رہی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کائنات میں
>
> محمد ﷺ کا اب تک دھڑکتا ہے دل!
>
> اور یہ دل ہمیشہ دھڑکتا رہے گا
>
> یہ نام چودہ سو سال کی مدت اور عہدِ حاضر کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ نام، یہ اسمِ گرامی جو ایک زندہ وجود ہے،اور سارے کرۂ ارض پر بسنے والے اہلِ ایمان کے لیے زندگی کی علامت اور تحریک ہے۔یہ علامت اور تحریک،بیت اللہ سے دنیا کے ہر گوشے تک

پھیلی ہوئی ہے۔ یہ نام ابرِ کرم کی طرح ''گنگا سے ٹیکسس تک'' ہر جگہ برسا ہے۔ قرآن کریم نے ''سیروا فی الرض'' کی تعلیم دی ہے۔ اس سے ایک طرف تو 'عاقبۃ المکذ بین'' سامنے آجاتی ہے اور دوسری طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی، انفاسِ پاک اور زندگی بخش آثار کے حقائق مشہود طور پر ابھرتے آتے ہیں۔

وقت کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و درود کے ہدیئے نہ پیش کئے جاتے ہوں۔ مدینۂ منورہ میں صبح تاروں کی چھاؤں میں صلوٰۃ و درود کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے روضۂ مبارک کے روبرو کھڑے ہو کر آسٹریلیا، یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے ہر ملک اور خطے کے لوگ اپنی روح کے ساز پر یہ نغمہ جاں، حرفِ سپاس اور شہادت فرشتوں کی ہم نوائی میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ (۱۰)

بعثِ نبوی ﷺ تاریخ کا اہم موڑ ہے اور سیرت کا اہم واقعہ، سب ہی سیرت نگاروں نے اس پر لکھا ہے، اور چونکہ بعثت کا آغاز نزولِ قرآن سے ہوا، اس لئے مفسرین نے بھی بعثت کی ابتدائی معلومات سے خاص اعتنا کیا ہے، کشفی صاحب نے بھی بعثت کا عنوان قائم کر کے سورۂ علق کی ابتدائی آیات درج کی ہیں اور وحیِ الٰہی کے آغاز کو اپنے اسلوب میں بیان کیا ہے، اسی تسلسل میں سابقون الاولون کا بھی ذکر کرتے ہیں، یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے صاحبِ فضیلت ہونے کی گواہی اوراقِ تاریخ کے ساتھ ساتھ صحیفۂ قرآن میں بھی رقم ہے، ان صاحبانِ فضیلت کا ذکر کرنے کے بعد کشفی صاحب اس نکتے کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

ان میں سے بیشتر کی عمریں ۲۰ اور ۳۰ سال کے درمیان تھیں۔ حضرت عبیدہ بن حارث (یہ نبی اکرم ﷺ سے عمر میں بڑے تھے) اور حضرت عمار بن یاسر (یہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ہم عمر تھے) کے علاوہ ان میں سب سے سن رسیدہ صدیق اکبر تھے، یعنی ۳۸ سال کے۔ نوجوانوں کا اسلام کی طرف مائل ہونا اس کی صداقت اور مستقبل سازی کی ایک خوبصورت اور نفسیاتی شہادت ہے۔ (۱۱)

دعوتِ اسلام کا کام جرأت و اخلاص کے ساتھ ساتھ صبر و استقامت بھی مانگتا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کے اجزائے ترکیبی میں یہ پہلو ہمیشہ سے نمایاں رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو راہِ حق میں جن تکالیف اور مشقتوں کا سامنا رہا وہ سب سے مختلف اور کیفیت میں سب سے شدید ہیں۔ صبر کی ان

کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے کشفی صاحب لکھتے ہیں:

کفر کو اپنانے والے صرف تمسخر تک محدود نہیں رہتے بلکہ وہ اہلِ ایمان کے دلوں میں ظلم کے تیر پیوست کرتے ہیں۔ ان مظالم کا جواب اللہ کے ماننے والے صبر اور صلوٰۃ سے دیتے ہیں اور جب تاریخ کا رخ مڑتا ہے تو ظلم کی کلائی مروڑ دیتے ہیں۔ اور یہاں قریش مکہ کا واسطہ تو اس رحمت للعالمین سے پڑا تھا، جو مذاق اڑانے والوں کے لئے دعائیں کرتا اور صبر کو اس طرح اختیار کرتا کہ ظلم کو اپنی کمزوری کا احساس ہوتا۔ یہ وہ صبر نہیں جو ہجوری اور مجبوری کی پیداوار ہوتا ہے، بلکہ وہ صبر جو اپنے راستے پر پہاڑوں کی طرح جم کر کھڑے رہنے کی کیفیت ہے۔ اور اسی صبر کا سبق اللہ تعالیٰ نے صابرِ اعظم ﷺ اور جماعت مؤمنین کو دیا ہے۔ (۱۲)

اسلامی تاریخ میں ہجرت حبشہ، ہجرتِ مدینہ کی تمہید کا درجہ رکھتی ہے، اس کا ذکر کشفی صاحب کے قلم سے:

مکہ معظمہ میں قریش نئی طرز ستم ایجاد کر رہے تھے اور مسلمان اپنے لہو سے تزئین در و بام حرم کر رہے تھے۔

یہ تو وہ تھے کہ حق کے تحفظ کی خاطر
خود اٹھا لاتے تھے گر تیر خطا ہوتا تھا

تبلیغ اور دین حق کی اشاعت کی خاطر یہ اہلِ ایمان گھر سے نکلتے تو جیسے اپنی ہتھیلیوں پر اپنا سر لے کر۔ یہ لوگ تو کفر نژادوں کی اوقات کو جانتے تھے، لیکن ان کے رؤف و رحیم ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ مسلمانوں کے لہو کو دیکھ کر متغیر ہو جاتا تھا۔ رحمتِ عالم و عالمیاں ﷺ نے تو کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حرم کعبہ بہت محترم اور مقدس ہے مگر مسلمان کا لہو اس سے زیادہ محترم ہے۔ (۱۳)

پھر ہجرتِ مدینہ کی اہمیت اور اس کی تاریخی معنویت کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان چند اشاروں سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یثرب کی زمین اسلامی نظام کے اس پودے کو اپنے سینے کی گہرائیوں میں جگہ دینے کے لئے کس طرح اپنے آپ کو ہموار کر رہی تھی جسے بڑھتے بڑھتے ایسا عالمگیر درخت بننا تھا۔ جس کے سائے تلے صرف قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے مظلوم انسانوں کو پناہ نہیں ملی بلکہ جس کی خنک چھاؤں نے برہمیت کے

ستائے ہوئے برعظیم سے لے کر اسپین کی سرزمین تک کے انسانوں کو دل ونظر کا سکون عطا کیا۔(۱۴)

ہجرتِ مدینہ، پہلی اسلامی ریاست کے قیام اور مواخات کا ذکر کرتے ہوئے کشفی صاحب مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں۔ انہیں بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کیا تو کس طرح لذتِ خداوندی نے ان کے قدم چومے اور خدا کی مدد ان پر اترتی چلی گئی۔

هُوَ الَّذِی اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ O وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ط لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ط اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌO(۱۵)

وہی تو ہے جس نے اپنی غیبی امداد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے آپ ﷺ کی تائید کی، اور مومنوں کے دل ایک دوسرے سے جوڑ دیئے اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے، مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

ہم نے خود اپنے عہد میں ارشادِ ربانی کی صداقت کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب مسلمانانِ برعظیم نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا، تاکہ اس خطۂ ارض کو اسلامی اصولوں کا مرکز بنایا جائے، تو وہ ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے کہ اس سے ٹکرا کر برطانوی سامراج اور ہندو سرمایہ داری نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

اور جب ہم نے عملی منافقت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے عہد اور اسلامی اصولوں سے روگردانی کی تو ہمارے دل کس طرح ایک دوسرے سے پھٹ گئے اور پھر نفرت کا وہ آتش فشاں پھٹا کہ ہم اپنے ایک بازو سے محروم ہوگئے۔ بین الاقوامی سازش سے انکار نہیں لیکن غیروں کی کامیابی ہمارے ہی انتشار کا نتیجہ ہے۔ اور آج باقی ماندہ پاکستان کو پارہ پارہ کرنے کی سازشوں کے بڑھتے ہوئے دائرے اسی حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے پیغام سے کتنے دور ہوگئے ہیں۔(۱۶)

اس طرح کشفی صاحب کی تحریر صرف ماضی کی گزری ہوئی داستان ہی نہیں امروز کا آئینہ بھی بن جاتی ہے۔ جس میں ہم اپنے اعمال اور غلط کاریوں کے نتائج سب ہی دیکھ سکتے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس سلسلے کے دوسرے حصے مقامِ محمد ﷺ کی تحریر اور اشاعت میں

خاصا وقفہ رہا۔ اس کتاب کی تحریر تو عرصہ ہوا شروع ہوگئی تھی۔ جون ۱۹۹۹ء میں جب ہمارے مجلے السیرہ کا آغاز ہوا تو راقم نے پہلا شمارہ پیش کیا اس وقت فرمایا کہ آئندہ شمارے کے لئے میں مضمون دوں گا، چنانچہ السیرہ کے دوسرے شمارے دسمبر ۱۹۹۹ء میں کشفی صاحب کا پہلا مضمون شائع ہوا۔ یہ مضمون بعد میں مقامِ محمد ﷺ کے مقدمۃ الکتاب کے طور پر شائع ہوا۔ اس کا عنوان تھا ''مقامِ محمد ﷺ احادیث کی روشنی میں'' ۳۵ صفحات پر مشتمل اس مضمون میں مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف جہات کو احادیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے آغاز میں حدیث کے تعلق اور سیرتِ طیبہ کے سلسلے میں احادیث کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی ذاتِ مبارکہ کے بارے میں فرمایا ہے وہ تکمیلِ فرائضِ رسالت کا ایک حصہ ہے۔ اسمائے نبی ﷺ، اخلاق و شمائلِ نبی ﷺ اور فضائلِ سید المرسلین صلوٰت اللہ علیہ والسلام، مجموعہ ہائے حدیث کے مستقل ابواب ہیں۔
>
> حضور ﷺ کا مرتبہ تو یہ ہے کہ آپ کو بنی آدم کے بہترین طبقوں میں اور خیر القرون میں پیدا کیا گیا، اور آپ کا قرن آپ کا قرن ہے اور یہ قرن ہمیشہ ہمیشہ قرنِ محمد ﷺ کے طور پر تاریخ انسانی کے سر پر درخشاں تاج کی طرح چمکتا رہے گا۔
>
> احادیثِ رسول ﷺ میں آپ کے وہ فضائل بھی سمٹ آئے ہیں جو آپ کی امت کے فضائل کی بنیاد ہیں اور جن سے ہمارا خیر امت ہونا ثابت ہوتا ہے اور قرآنِ حکیم تو حیات و اخلاق و مرتبہ محمدی ﷺ کا آئینہ خانہ ہے۔ ہمہ جہت اور لازوال۔ (۱۷)

پھر مقامِ محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں کے عنوان کے یہ سلسلۂ مضامین السیرہ کے شمارہ تین جون ۲۰۰۰ء سے اپریل ۲۰۰۴ء السیرہ کے شمارہ ۱۱ تک چلا۔ یوں چھ اقساط میں یہ کتاب مکمل ہوئی اور السیرہ کے صفحات کی زینت بنی۔ یہ کتاب ۲۰۰۵ء میں دارالاشاعت سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں کشفی صاحب خود لکھتے ہیں۔

> اس کتاب کی تالیف میں کئی طویل وقفے آئے، اور راقم الحروف کو پوری طرح احساس ہے کہ اس وقفے سے کتاب کی صورت وہ نہ ہوسکی جو میرے پیشِ نظر تھی، بہر حال سیرت سے متعلق ہر کوشش نقش ناتمام ہی رہتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فہم قرآن کی کوئی درجہ بندی نہیں کی جاسکتی، اس کتاب میں لوگوں نے دنیا جہاں کے تمام علوم و معارف کے خزانے

پائے ہیں، اور کاروان علم اسی کے سہارے آگے بڑھا ہے، تعلق بالقرآن وہ بنیاد ہے، جس کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں کو علمی خزانے عطا کرتا ہے، یہ اللہ کی توفیق اور اس کے کرم کا معاملہ ہے۔ (۱۸)

اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ کتاب کا آغاز اہلِ ایمان کو پہلے خطاب سے متعلق ہے۔ یہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۴، ۱۰۵ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ادب پر بات کی ہے، ان آیات میں ان یہود کا تذکرہ ہے جو زبان موڑ کر نبی کریم ﷺ کو پکارتے، لفظ کے ظاہری معنی کچھ اور ہوتے اور یہود اس سے دوسرے معنی مراد لیتے اور پھر نجی محفلوں میں مسلمانوں کا مذاق اڑاتے، اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌO مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِO (۱۹)

اے ایمان والو! راعنا نہ کہا کرو، بلکہ اُنظرنا کہو اور توجہ سے سنو، اور کافروں کے لئے تو عذاب الیم ہے۔ یہ اہلِ کتاب یا مشرک جنہوں نے قبولِ حق سے انکار کر دیا ہے ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے خیر نازل ہو، لیکن اللہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

اس کے بعد ادب رسول کریم ﷺ کے بعض دوسرے پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے (ملاحظہ کیجئے ص ۵۴ و بعد) یہ رسالت و نبوت ﷺ کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی مختلف پہلوؤں کی تشریح کی گئی ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی مختلف امتیازی حیثیتوں پر علیحدہ علیحدہ گفتگو ہے، مثلاً تنذیر و تبشیر (ص ۸۱) شاہد (ص ۱۱۳) عبدیت، معراج انسانیت (ص ۱۲۵) رحمۃ اللعالمین اور کافۃ الناس (ص ۱۳۹) رفع ذکر (ص ۱۵۳) صاحبِ خیر کثیر (ص ۱۷۲) عبدِ کامل، ہادیٔ اعظم، مطاع (ص ۱۹۴) داعی الی اللہ اور سراج منیر (ص ۲۰۸) اور اول المومنین (ص ۲۲۱)۔

تنذیر و تبشیر کے تحت گفتگو کرتے ہوئے اہلِ ایمان کو غلبے کی بشارتِ قرآنی کا ذکر کر کے آج کے حالات کی کیسی عمدہ تصویر کشی کی ہے، اسلوب سے دلِ دردمند کا درد کس طرح چھلک چھلک پڑتا ہے، لکھتے ہیں۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا کی تفہیم نے مسلمانوں کو اقوامِ عالم کی قیادت و امامت عطا کی اور جب ہم عزت کے مفہوم سے بے خبر ہو کر کافروں کی رفاقت میں حفاظت اور عزت تلاش کرنے لگے تو آج ہماری یہ کیفیت ہے کہ باغ عالم میں ہم خزاں زدہ پتوں کی طرح اُڑتے پھر رہے ہیں، اور کافروں کے معاہدے ہمیں اعتبار کی سند معلوم ہونے لگے ہیں، اور اس بات پر بھی ناز کرتے ہیں کہ اب ہمیں نادہندہ (Defaulter) قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ہے وہ غلامی جس میں ہم نام نہاد سیاسی آزادی کے باوصف گرفتار ہیں، اور یہ آیتِ کریمہ بھی آج ہم پر اپنے معانی کے دروازے نہیں کھولتی کہ

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (۲۰)

عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

اور اس کے فوراً بعد فرمایا گیا کہ

وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (۲۱)

لیکن منافقین اس حقیقت کو نہیں سمجھتے

اس وقت میرے قلم پر لرزہ طاری ہے کہ کیا اس وضاحت کے مطابق ہم نفاق کے عذاب میں گرفتار نہیں ہیں؟

عزت کے مفہوم میں قوت اور غلبہ بھی شامل ہے۔ غلبے کا سرچشمہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور اسے ہم ''نوالۂ گدا'' سمجھنے لگے ہیں۔ کیا اللہ کی ناخوشی کی قیمت پر کسی کی فوجی امداد ہمیں صاحبِ قوت بنا سکتی ہے؟ ہماری موجودہ ذلت، بے بسی، ناتوانی۔ (۲۲)

کتاب کے اختتام پر قرآن کریم کے حوالے سے مومن کی انفرادی خصوصیات اور مسلم معاشرے کے عناصرِ ترکیبی پر گفتگو کرتے ہوئے اسلام کے مطلوب معاشرے کی خصوصیات کو چند سطروں میں اس طرح سمو دیا ہے کہ دعوتی رنگ نمایاں ہو گیا ہے قدرے طویل اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

قرآن حمید کے مطالعے اور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ، تبلیغ، امن و جنگ میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ پر غور کرنے سے ہم پر یہ نکتہ روشن ہوتا ہے کہ اسلام ایسے افراد پر اپنی معاشرتی عمارت تعمیر کرنا چاہتا ہے، جو ایمان اور اعمال صالحہ کو اپنی ذات کا حصہ بناتے ہوئے، ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین اور وصیت کر کے اجتماعی طور پر اسلام کو نافذ کرتے ہیں۔

اس اسلامی معاشرے میں نماز کا ادارہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے، یہ فرد اور جماعت کو ایک

دوسرے سے منسلک کر دیتا ہے کہ نماز قلب کی یکسوئی، اپنی تعمیر اور جماعتی نظام کے استحکام کی علامت ہے، نماز میں خشوع اہلِ ایمان کی اس بنیادی صفت کا استعارہ ہے جو ان کے اجتماعی کردار میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

اس معاشرے کے افراد صرف زکوٰۃ کی ادائیگی کی منزل پر رک نہیں جاتے بلکہ اپنی ذات کا تزکیہ کرتے ہیں، اُن کے پاکیزہ اعمال نشوونما اور تطہیر قلب ونظر کا وسیلہ بنتے ہیں۔ ان کی عصمت وعفت افراد کی زندگیوں سے شروع ہو کر پورے معاشرے کی تطہیر کا ذریعہ بنتی ہے۔

یہ معاشرہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ، حدود کی حفاظت کرتا ہے، اس معاشرے کے افراد اور یہ معاشرہ اجتماعی طور پر اپنے عہد و پیمان، وعدوں اور امانتوں کی حفاظت کرتا ہے، اس اجتماعی صورت ہی کا نام اسلامی ریاست ہے۔ یہ معاشرہ اس دنیا کے بعد آنے والی دنیا اور زندگی میں ہمارے سکون اور فردوس کی وراثت کا ضامن ہوگا۔ (۲۳)

اس سلسلے کی تیسری کتاب اخلاقِ محمد ﷺ ہے، اس پر کام کا آغاز کشفی صاحب نے ۲۰۰۵ء میں کر دیا تھا، اور اس سلسلے کی پہلی قسط السیرہ کے پندرھویں شمارے میں اپریل میں ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی۔ اور سلسلہ چھ قسطوں پر محیط ہوا۔ اس سلسلے کی چھٹی اور آخری قسط کشفی صاحب نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے راقم کے حوالے کر دی تھی، یہ قسط اس شمارے میں شائع ہو رہی ہے۔ اس سلسلے کی یہ کتاب سابقہ دونوں کتابوں سے طویل بھی ہے اور نوعیت کے اعتبار سے منفرد بھی۔ اس میں غالباً پہلی بار سوانحی ترتیب سے واقعاتِ سیرت بیان کئے گئے ہیں اور ان میں موجود اخلاقی تعلیمات اور اخلاق تربیت کے پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس طرح اخلاقِ نوبی پر اس کتاب کو اپنی نوعیت کے لحاظ سے براختصاص حاصل ہے۔ اس سلسلۂ مضامین کے آغاز میں معاشرے میں اخلاق کے اظہار کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

اخلاق کا اظہار معاشرے میں عمل، تعامل اور ردعمل کے ذریعے ہوتا ہے، دوسرے کے ساتھ ہمارے تعلقات اور معاملات سے جو صورت حال ابھرتی ہے، اسی کے آئینے میں کسی کے اخلاقی خدوخال دیکھے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی چالیس سالہ حیات قبل نبوت اور نبوت کے تیئیس برسوں کے واقعات میں حددرجہ تنوع ہے۔ حیات انسانی کے یہ مواقع کس کی زندگی میں، آپ کی حیات طیبہ کے سوا نظر آتے ہیں اور ان تمام مراحل میں آپ کا طرز عمل اعلیٰ ترین اخلاق کو پیش کرتا ہے اور انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ بچپن ہی سے

آپ کی زندگی میں انسانوں کے لئے قائم رہنے والے سبق ہیں۔ دورِ رضاعت میں آپ نے اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے حقوق کا احترام کیا۔ آپ کے چار رضاعی بھائی اور بہن تھے، ان میں سے دو آگے چل کر مسلمان ہو گئے تھے، عبداللہ اور شیما۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے محرکات میں سرکارِ دو عالم کا بچپن اور اس عہد میں آپ کی پاکیزہ عادات کی یاد اور ان کا گہرا نقش بھی شامل ہے۔

واقعہ شق صدر اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ کی عمر تین سال اور پانچ سال کے درمیان تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو آپ کے نبی ہونے کا علم تھا تو پھر آپ کے قلب اطہر میں وہ لوتھڑا کیوں رکھا گیا جو شیطان کا حصہ تھا۔ اس کا جواب فوراً ذہن میں یہ آتا ہے کہ آپ کی خلقت تمام انسانوں کی طرح تھی اور آپ کی نبوت اور گناہوں سے آپ کی عصمت اور آپ کا معصوم ہونا عطیۂ خداوندی اور حصہ نبوت تھا۔ (۲۴)

ایک مقام پر اخلاق، سیرت اور جبلت میں فرق اس طرح واضح کرتے ہیں۔

اخلاق انسان کی طبعی خصوصیت یا خصوصیات کا نام ہے اور سیرت، روش، طور طریقے اور چال ڈھال کو کہتے ہیں۔ لاٹھی کی پہلی سیرت اس کا لاٹھی ہونا ہے۔ پھر سیرت کی تشکیل، موروثی اثرات، ماحول اور تعلیم کے عناصر سے ہوتی ہے۔ ان خصوصیات کا تناسب مختلف افراد میں مختلف ہو سکتا ہے۔ کسی انسان کی سیرت کی تشکیل میں کون سا عنصر غالب ہوگا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ایک اور لفظ جبلت بھی آج نفسیات میں حد درجہ مستعمل ہے۔ یہ انگریزی اصطلاح Instinct کے مترادف ہے۔ جبلت سے مراد انسان یا دوسری مخلوقات کی وہ خصوصیات، ضرورتیں، عادتیں اور خصائص ہیں جن پر انہیں کوئی اختیار نہ ہو، جیسے لفظ جنس، جنسی ضرورت، بھوک، پیاس وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں جبلت کا لفظ مخلوق کے لئے استعمال ہوا ہے۔

وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الْجِبِلَّۃَ الْاَوَّلِیْنَ ○ (۲۵)

اس اللہ (اور خالق حقیقی) کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا۔ (۲۶)

نبی کریم کی حیثیتوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور محبوبیہ

کے حوالے سے یہ پیرا دیکھئے ''سنتوں کی فہرست سازی اور ان کی تقسیم'' اور ان کو دانش ورانہ سطح پر محدود سے محدود تر کرنے والے عہد حاضر میں یہ بیان کس درجے اہم اور ایمان افروز ہے۔

عام طور پر آج یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک رسول کی حیثیت اور ایک بشر کی حیثیت۔ سنت کے دائرے میں وہ باتیں آتی ہیں جو آپ نے رسول کی حیثیت سے کیں، یا کہیں اور جن کا حکم ہمیں اللہ کے رسول کی حیثیت سے دیا۔ ان کی تقلید ہم پر واجب ہے، لیکن جو باتیں طبعی ہیں اور ہر انسان ان کے کرنے پر مجبور ہے وہ سنت کے دائرے میں نہیں آتیں۔ ایسی باتیں کہنے والے نہ محبت اور محبوبیت سے واقف ہیں اور نہ رسول کے دائرہ کار سے۔ رسول تو زندگی کے ہر شعبے میں توازن، حسن اور نفاست پیدا کرنے آتا ہے، اور وہ زندگی کا کون سا عمل ہے جسے خوب صورت اور متوازن بنانے کی ضرورت نہ ہو۔ آدمی حیوانوں کی طرح غٹ غٹ کر کے ایک سانس میں رکے بغیر اپنی پیاس بجھا سکتا ہے اور وہی آدمی سنت رسول کا اتباع کرتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پانی پینے کا آغاز کر سکتا ہے۔ لوگوں سے ملاقات ہو، یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے اہل خانہ کے لئے دعائے خیر و برکت ہو، کسی محفل میں آداب نشست و برخاست ہوں، یا کسی مہمان کی پذیرائی، کسی تقریب مسرت میں شرکت ہو یا کسی جنازے میں حاضری، لباس کا انتخاب ہو یا لباس پہننے کے آداب، کسی کو شادی اور کسی کامیابی پر مبارک باد دینے کا موقع ہو یا کسی مریض کی عیادت، کسی آدمی سے گفتگو ہو یا کسی جلسے میں خطاب۔ غرض کہ زندگی کا کوئی بھی مرحلہ ہو، کوئی بھی تقریب ہو یا کوئی بھی موقع ہو، نبی اکرم کا انداز زیست، آپ کی سنت کریمہ کہاں ہماری رفاقت نہیں کرتی۔ اور رہا ضروریاتِ دین اور عبادات کا مسئلہ تو اس میں آپ کے اتباع کے بارے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا کوئی پیشہ ہو۔ آپ تاجر ہوں یا سپاہی، آپ سیاست دان ہوں یا سفارت کار، آپ مبلغ ہوں یا مختلف اہم مسائل میں لوگوں کے مشیر، آپ معلم ہوں یا کسی انجمن اور ادارے کے سربراہ، آپ عبادت، ریاضت میں مصروف رہتے ہوں یا معاشی سرگرمیوں میں اپنا وقت گزارتے ہوں۔ ہر شعبہ زندگی میں ہادیٔ اعظم ﷺ کے نقوش قدم آپ کی رہنمائی کریں گے۔ آپ کسی ایسے ملک میں قیام پذیر ہوں جہاں مسلمان ہونے کی پاداش میں آپ پر ظلم کئے جاتے ہوں یا کسی ایسے ملک کے شہری ہوں جہاں

مسلمان برسر اقتدار ہوں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہر جگہ اور ہر قدم پر آپ کی رہنمائی کرے گا۔(۲۷)

ظلم، جور، بدامنی اور جنگ و جدل کے اس عہد میں امن کی خواہش کون نہیں رکھتا؟ اور صلح اور امن و آشتی کی تلاش میں کون سرگرداں نہیں؟ سیرتِ طیبہ کے اخلاقی پہلوؤں کے حوالے سے عہد حاضر کے تناظر میں یہ پیرا ملاحظہ کیجئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے اس عظیم پہلو کا اظہار بھی ہے اور اس کی آفاقیت اور ابدیت کا اثبات بھی، ساتھ ہی آج انسانیت جس کرب میں مبتلا ہے اس کا دکھ بھی ان سطروں میں نمایاں ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالئے۔ ہر ظلم اور زیادتی کا غیر معمولی پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ بات اس طرح سلجھ جائے کہ ہر فریق کو اُس کا حق مل جائے اور جنگ کا خطرہ ٹل جائے۔ آج دُنیا کے ہر خطے میں یا تو جنگ ہو رہی ہے یا جنگ کی فضا ہے کیونکہ آج انسان ربانی پیام سے دُور ہو گیا ہے۔ فلسطینیوں سے اُن کے علاقے چھین لئے گئے ہیں، عراق اور افغانستان، امریکہ اور اُس کی حلیف قوتوں کے قدموں تلے روندے جا رہے ہیں، ہندوستان نے کشمیر میں ہر انسانی قدر کو پامال کر رکھا ہے۔ ان سب باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور اس سلسلے میں اُن کی تعلیمات پر نظر ڈالئے تو عالمِ انسانیت اور انسانوں کے مستقبل پر آپ ﷺ کے احسانات کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ مکی دور میں وہ کون سا ستم ہے جس کا آپ ﷺ اور اہلِ ایمان کو نشانہ نہیں بنایا گیا اور جب اپنے اللہ کے کرم سے آپ ﷺ نے وقت اور تاریخ کے دھارے کو پلٹ دیا، تو حرمِ کعبہ نے مغلوب قریش مکہ کے ہجوم سے آپ کے اس خطاب کو سنا کہ **لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء**(۲۸)

ہجرتِ مدینہ کے بعد اسلامی ریاست کی ترتیب و تشکیل کا مرحلہ آیا، اور مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی باقاعدہ تشکیل ہوئی۔ کسی بھی ریاست اور مہذب معاشرے کا عدل و انصاف سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ کشفی صاحب اس مدنی معاشرے کا ذکر کرتے ہوئے عدل و انصاف کا بھی ذکر کرتے ہیں، اور ظلم کی کثیر الجہتی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

جس معاشرے میں عدل ہو گا وہ ظلم سے پاک ہو گا خواہ وہ معاشرتی اور قانونی ظلم ہو یا اس ظلم کا عقائد کی دنیا سے تعلق ہو۔ قرآن حکیم نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ ظلم ایک کثیر

الجہاتی اور وسیع المفہوم لفظ ہے۔ کسی کی ملکیت، حدود اور اختیار میں ناجائز تصرف ظلم ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو رب اور معبود قرار دینا اسی اعتبار سے ظلم ہے۔ جب آپ کسی کے حدود میں بے جا تصرف کریں گے تو کسی کی جگہ کسی اور کو دے دیں گے، اس طرح توازن بگڑ جائے گا اور یہ ہر ایک کے ساتھ ظلم ہوگا۔ ظلم کے معانی میں ظلمت کا پہلو بھی موجود ہے، کسی کی جگہ کسی کو دے دینا، اس سے بڑھ کر تاریکی اور کیا ہوگی جب عدل کی روشنی معدوم ہوتی ہے تو ظلم کی ظلمت اس خلا کو پر کرتی ہے۔ (۲۹)

انصاف اور عدل ہی کے تناظر میں گفتگو کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ایک بڑی تاریخی حقیقت کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتے ہیں۔

عہدِ غلامی میں دینی اقتدار کا دائرہ محدود ہونے کی وجہ سے دینی اصطلاحوں کے مفہوم بدل جاتے ہیں اور وسعتیں تنگیوں میں بدل جاتی ہیں جیسے برطانوی عہد میں قاضی، نکاح خواں ہو کر رہ گیا اور فتوے شادی، طلاق اور وراثت تک محدود ہو کر رہ گئے۔ اگر حقیقی اسلامی ریاست موجود ہو تو اس میں قاضی کا لقب عام جج سے لے کر عدالتِ عظمیٰ کے چیف جسٹس تک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اور فتویٰ محض رائے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ فیصلے کا درجہ رکھتا ہے۔ (۳۰)

عہدِ حاضر میں عدلیہ اور انتظامیہ کے حوالے سے جاری بحثوں کے تناظر میں ہماری آج کی صورتِ حال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آج ہمارے عہد میں انتظامیہ، مقننہ، و نظام انصاف اور فوج کی علیحدگی پر زور دیا جاتا ہے۔ آج کے انسان کی عقلِ حیلہ ساز، خود غرضی اور مفاد پرستی کے پیشِ نظر یہ ایسا کچھ غلط بھی نہیں ہے مگر مکمل علیحدگی ممکن نہیں ہے۔ ہمارے ہاں دعویٰ تو یہی کیا جاتا ہے کہ عدلیہ آزاد ہے مگر عدلیہ کے اختیارات نافذہ کے بغیر یہ علیحدگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ حکومت اور انتظامیہ کا جبر عدالت کو بے بس بنا دیتا ہے۔ چور دروازے کھل جاتے ہیں، فوج وزیر اعظم کو معزول کر دیتی ہے اور آئین کو معطل اور یہ سب کچھ قانونِ ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے۔ عدالتِ عظمیٰ، اقتدار پر قابض فوجی آمر کی مرضی کے آگے جھک جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں مدینے کے معاشرے کو جو اخلاقی بنیاد عطا کی اس کی گہری چھاپ زندگی کے ہر شعبے پر نظر آتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے

رسول تھے، مدینہ کی مملکت کے سربراہ تھے لیکن آپ نے اپنے لئے کوئی مراعات قبول نہیں کیں۔(۳۱)

فتح مکہ کے موقع پر جب قریشِ مکہ کے سردار ابوسفیان کو حضرت عباسؓ اپنے ساتھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے توحید کا پیغام پیش کیا، اس واقعے کی منظرکشی کرتے ہوئے کشفی صاحب یہ درس بھی اخذ کرتے ہیں۔

> جب فجر کے وقت ابوسفیان خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آقائے نام دار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔ یہ چھوٹا سا جملہ اخلاقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ ہے۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن جاں بخشی کے لئے دربار میں حاضر ہے لیکن آپ اس صورتِ حال پر کوئی تبصرہ نہیں فرماتے۔ اس وقت بھی آپ نے ایسا بلیغ جملہ ارشاد فرمایا جو تبلیغ ودعوت کی پوری تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ ہارے ہوئے جرنیل کو آپ کوئی طعنہ نہیں دیتے بلکہ توحید کی طرف بلاتے ہیں اور اس صورتِ حال کو توحید اور اللہ کے معبودِ مطلق ہونے کی دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔(۳۲)

ان چند مثالوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع، اپنے اسلوب اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے اردو ادبیاتِ سیرت میں نمایاں اور ممتاز اضافہ ہے۔

مضامینِ سیرت

ان تین کتب کے علاوہ کشفی صاحب کے چند مضامینِ سیرت بھی ان کی یادگار ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ اردو میں سیرت نگاری/نقشِ سیرت: مرتبہ ڈاکٹر نثار احمد
۲۔ تجلیاتِ محمد ﷺ اور مجدد الف ثانی/ السیرہ شمارہ ۱۴
۳۔ سیرت النبی ﷺ اور مولانا سید زوار حسینؒ/ السیرہ شمارہ ۱۳
۴۔ قطرے میں سمندر/ سلسلۂ مضامین
۵۔ خطبہ حجۃ الوداع/ دائرے۔ اپریل ۱۹۹۰ء

ان میں سب سے اہم سلسلۂ مضامین قطرے میں سمندر ہے، جس کی چند قسطیں ماہنامہ تعمیر افکار میں

اور چند قسطیں ماہنامہ الاسلام میں شائع ہوئیں۔ یہ ماہنامہ کشفی صاحب کے زیرِ نگرانی کچھ عرصے نکلتا رہا اور بالآخر بند ہوگیا۔ ان مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قطرے میں سمندر۔ الاسلام۔ جمادی الاول جمادی الآخر ۱۴۲۵ھ

۲۔ قطرے میں سمندر۔ الاسلام۔ رمضان شوال ۱۴۲۳ھ

۳۔ قطرے میں سمندر۔ الاسلام۔ محرم الحرم، صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

۴۔ قطرے میں سمندر۔ جمادی الاول۔ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

۵۔ قطرے میں سمندر۔ الاسلام۔ رجب شعبان ۱۴۲۳ھ

۶۔ قطرے میں سمندر۔ الاسلام۔ شمارہ ۳، ۲ جمادی الثانی، رجب ۱۴۲۴

۷۔ قطرے میں سمندر۔ ماہنامہ تعمیر افکار۔ جولائی ۲۰۰۵ء

۸۔ قطرے میں سمندر۔ ماہنامہ تعمیر افکار۔ اگست ۲۰۰۵ء

۹۔ قطرے میں سمندر۔ ماہنامہ تعمیر افکار۔ ستمبر ۲۰۰۵ء

اسی طرح اس سلسلے کا ایک طویل حصہ مسیحائی کے سیرتِ رسول ﷺ نمبر ۳ ۲۰۰۲ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ یہ سلسلہ مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس لئے قیمتی ہے کہ اس میں دعوتی پہلو کو نمایاں کیا گیا تھا اور بڑی حکمت کے ساتھ ہماری کوتاہیوں کی طرف متوجہ کیا گیا۔ اس سلسلے کی چند قسطیں غیر مطبوعہ موجود ہیں۔

تجلیاتِ سیرت ﷺ اور حضرت مجدد الف ثانی کے زیرِ عنوان کشفی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق مکاتیب سے ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کا ایک جامع مطالعہ پیش کیا ہے۔ ایک مقام پر حضرت مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ان سب کاوشوں اور کوششوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی استواری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، حضرت مجدد نے اس رشتے کو دو سطحوں پر استوار کیا۔ ایک تو جذباتی سطح، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اپنے آپ اپنے والدین اور سارے انسانوں سے زیادہ عزیز ہو جائے، اور دوسری علمی اور ذہنی سطح، جس سے مرتبۂ محمدی کا ادراک ہو سکے، مکتوبات مجدد الف ثانی میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور نبوت کے عجب عجب گوشے سامنے آتے ہیں، جو علمی شان بھی رکھتے ہیں، اور وجدانی کیفیت بھی۔ (۳۴)

مجددیات کے سلسلے میں یہ مضمون خصوصیت کے ساتھ اہمیت کا حامل ہے۔

مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنے مضمون میں حضرت شاہ صاحب کی مختلف تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے سیرت طیبہ کے حوالے سے ان کی تعلیمات اور خیالات کا ایک جائزہ پیش کیا ہے۔حبِ رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

> حُب رسول ﷺ میں دین و دُنیا کی تفریق مٹ جاتی ہے، اور اس ثنویت کو ختم کرنا ہی ایمان اور مومن کی اعلیٰ ترین منزل ہے، اس منزل پر پہنچ کر سالک حدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے، شمائل اور روزانہ زندگی کی مصروفیات اور مشغولیات کے سلسلے میں سنتؐ کی تلاش اس کا مقصود حیات ٹھہرتی ہے، شاہ صاحب نے اس مرحلے میں درود شریف کی کثرت کا ذکر کیا ہے، یوں درود ایک عمل یا وظیفہ نہیں رہتا بلکہ روح کا ایک داعیہ بن کر آدمی کا طرز حیات بن جاتا ہے۔(۳۴)

کشفی صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کے معاشی نظریات کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے، ایک مقام پر فرماتے ہیں:

> شاہ صاحب کے ذہن میں اسلام کے معاشی خدو خال بہت واضح ہیں، یہ وضاحت سنت نبی ﷺ سے ہوتی ہے، غور فرمائیے تو معاشیات اور اقتصادیات کی اصطلاحوں سے بھی اسلام کی وسعت اور عربی زبان کی توانائی کا اندازہ ہوتا ہے، معاشیات ایک عمومی اصطلاح ہے اور اقتصادیات کی اصطلاح اسلام کے معاشی نظام کو بہتر انداز میں پیش کرتی ہے، کیونکہ اقتصادیات میں میانہ روی کا پہلو موجود ہے، شاہ صاحب نے حدیث کی روشنی میں اسلام کے اقتصادی نظام کے ایسے پہلوؤں کو پیش کیا ہے جو عام طور پر دانستہ یا نادانستہ نگاہوں سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں، شاہ صاحب کی وضاحتیں نہایت خوبی سے اس بات کو واضح کردیتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اتباع کے بغیر اسلام کے معاشی نظام کو نہیں پرکھا جاسکتا، یہ چند بندھے ٹکے ضابطوں کا نام نہیں، اس کا گہرا تعلق معاشرے کے احوال و کوائف اور اس کی اقتصادی صورت حال سے ہے، اسلام میں صدقات و خیرات محض امیروں کے فیاضانہ سلوک تک محدود نہیں، بلکہ اسلام نے غریبوں کو صاحبانِ ثروت کی آمدنی کا حق دار قرار دیا ہے، اور یہ حق بھی کیسا؟ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔(۳۵)

تبصرے اور دیباچے

کشفی صاحب نے کتب سیرت پر تبصرے بھی کئے اور ان پر مقدمے اور دیباچے بھی لکھے۔ مگر عام طور پر ان میں آپ نے کسی نہ کسی نکتے کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ عام طور پر اس لئے کہ ان میں بعض نہایت ہی مختصر ہیں یا روایتی نوعیت کے ہیں۔ کشفی صاحب کے لکھے ہوئے تبصرے مقدمے اور دیباچے جو ہمارے علم میں آسکے کچھ یوں ہیں:

۱۔ ہادیٔ اعظم/ سید فضل الرحمٰن ۲۔ فرہنگ سیرت/ سید فضل الرحمٰن

۳۔ سیرت احمد مجتبیٰ/ شاہ مصباح الدین شکیل ۴۔ نور مبین/ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی

۵۔ آپ ﷺ کا حسن تبسم/ حافظ محمد ابراہیم فیضی ۶۔ ہم رکاب رسول/ حافظ محمد ابراہیم فیضی

۷۔ محاضرات سیرت/ ڈاکٹر محمود احمد غازی ۸۔ خطبۂ حجۃ الوداع/ ڈاکٹر نثار احمد

۹۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین کا اندازِ فکر/ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی

۱۰۔ داعیٔ اسلام (بے نقط منظوم)/ ص علی ص ۱۱۔ تجلیات سیرت/ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

۱۲۔ موضوعاتی اشاریہ شش ماہی السیرہ عالمی اور نعت رنگ/ محمد اظہر سعید

۱۳۔ شش ماہی السیرہ عالمی، شمارہ ۸

۱۴۔ تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل/ سید عزیز الرحمٰن

۱۵۔ درس سیرت/ سید عزیز الرحمٰن

اس کے علاوہ کشفی صاحب نے نعیم تقوی اور عبداللہ امینی کی کتب سیرت پر بھی دیباچے تحریر کئے ہیں

کشفی صاحب کے تحریر کردہ ان تبصروں اور دیباچوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ نے عام طور پر روایتی تقریظ نگاری سے گریز کیا ہے، یہی سبب ہے کہ آپ کی تحریروں میں روایتی توصیفی انداز کم نظر آتا ہے۔ آپ عام طور پر کم لکھتے ہیں اور چند جملوں میں کتاب کا تعارف بھی کرا دیتے ہیں اور اس کا خلاصہ بھی پیش کر دیتے ہیں۔ آپ اپنی تحریر میں قارئین کے سامنے کوئی نکتہ بھی پیش کرتے ہیں جو سیرت طیبہ کے کسی پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی تحریر عمل پر ابھارتی اور آخرت کی دائمی زندگی کا شعور بیدار کرتی ہے۔

نعت اور تنقیدِ نعت

کشفی صاحب نے سیرت کے ساتھ ساتھ نعت پر بھی خوب لکھا، نعتیں کہیں، نعتیہ مجموعہ مرتب

کیا، نعتیہ مجموعوں پر تقاریظ لکھیں، تبصرے کئے اور نعت مضامینِ نعت پر تنقید لکھی۔ اس سلسلے میں آپ کی تین کتابیں ہمارے سامنے ہیں۔

۱۔ نقشِ سعادت

۲۔ نسبت

۳۔ نعت اور تنقیدِ نعت

نقشِ سعادت: یہ اردو نعتیہ شاعری کا ایک انتخاب ہے۔ یہ انتخاب آپ نے جولائی ۱۹۶۶ء میں ترتیب دے کر شائع کیا تھا۔ اس میں خاص طور سے اردو کے کلاسیکل شعرا کے کلام کو پیشِ نظر رکھا گیا تھا، اور اپنے عہد کے اعتبار سے ایک اہم کاوش تھی۔

نسبت: آپ کا مجموعہ نعت ہے۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتا ہے۔ جس میں شاعری کی مختلف اصناف میں کلامِ نعت موجود ہے۔ گو کہ نعت ایک علیحدہ صنفِ سخن ہے، مگر کشفی صاحب کی نعت اور تنقیدِ نعت میں مباحثِ سیرت بھی واضح طور پر نظر آتے ہیں، اس لئے کشفی صاحب کی سیرت نگاری کے ضمن میں ان کا حوالہ بھی ناگزیر ہے۔

نعت اور تنقیدِ نعت: یہ مجموعہ ان مباحث کا احاطہ کرتا ہے۔ نعت کے عناصر۔ نعت کے موضوعات۔ نعت گنجینۂ معنی کا طلسم۔ غزل میں نعت کی جلوہ گری اور اردو میں نعت کا مستقبل۔ یہ موضوعات گو کہ خالصتاً نعت کے تیکنیکی مباحث سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کشفی صاحب کا قلم مباحث نعت میں بھی مقاماتِ سیرت کو نمایاں کر دیتا ہے۔ ایک مثال پیش کئے بغیر بات واضح نہیں ہو سکے گی۔ ایک معروف شاعر کے ایک شعر پر گرفت کرتے ہوئے مقام نبوت یوں واضح کرتے ہیں:

> شافع روز حشر ہونا الگ بات ہے اور مالک ہونا الگ بات ہے۔ قیامت کا دن آپ کی شفاعت کبریٰ کا دن ہوگا لیکن اس دن کا مالک ہمارا رب اور پروردگار ہی ہوگا، جیسے وہ ہر دن کا مالک ہے اور حکم اسی کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے ایمان کا جز ہے۔ لیکن یہ مرتبہ تو آپ کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اور یہ حقیقت اپنی جگہ ہے۔
>
> ''اور کیا تمہیں خبر ہے کہ یوم الدین (روز جزا) کیا ہے؟ اور پھر کیا تمہیں خبر ہے کہ انصاف کا دن کیسا ہے؟ وہ دن جب کوئی نفس کسی نفس کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا اور اس دن صرف اللہ کا حکم ہوگا۔'' (۳۶)
>
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک کے حبیب ہیں مگر مالک نہیں ہیں۔ حکم اور امر صرف اللہ کا

ہے اور اللہ کے لیے ہے۔ الفاظ کے معانی اپنے ماحول اور محل استعمال سے بدل جاتے ہیں۔ حضور ﷺ روز جزا کے مالک نہیں ہیں، لیکن آپ کے لیے مالک کا لفظ استعارے کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے قلب ونظر کے مالک ہیں۔''

لیکن جب مالک کا لفظ لغوی طور پر استعمال کیا جائے، جیسے اس مصرع میں:

روز جزا کے مالک و آقا تم ہی تو ہو

یا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

تو بات اپنی حدود سے نکل جائے گی۔ شاعر اس غلو سے اسے وقت بچ سکتا ہے جب اسے آقائے جان ودل کی حقیقی عظمتوں کا دھیان رہے۔ (۳۷)

خلاصہ کلام

کشفی صاحب کی تحریروں کے مختصر جائزے سے چند باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

۱۔ سیرت طیبہ کے حوالے سے کشفی صاحب کی تحریریں اسلوب کی ندرت اور اپنے مخصوص اندازِ بیان اور اندازِ تحریر کی وجہ سے اردو ادب میں تادیر زندہ رہیں گی۔

۲۔ سیرتِ طیبہ کے حوالے سے کشفی صاحب کی تحریروں میں ایک خاص قسم کا جذب اور شوق نظر آتا ہے، جو انہیں دیگر سیرت نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔

۳۔ کشفی صاحب کی تحریر میں اپنے اعمال کو آئینۂ سیرت میں پرکھنے کی سعی اور علم کو عمل بنانے کی خواہش دکھائی دیتی ہے۔

۴۔ مقاماتِ سیرت سے سرسری انداز میں گزرنے کے قائل نہیں، وہ واقعاتِ سیرت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں پوشیدہ درس تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور پھر اپنی اس کوشش میں اپنے قارئین کو بھی شریک کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ چند سطور کشفی صاحب کی خدماتِ سیرت کا احاطہ نہیں کرسکتیں، ہاں اہلِ علم کے لئے اس سلسلے میں ایک راستہ ضرور واضح کرتی ہیں، جس پر چل کر وہ کشفی واحب کی خدمات کا جامعیت کے ساتھ احاطہ کرسکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر محمود احمد غازی/محاضراتِ سیرت ﷺ/الفیصل، لاہور ۲۰۰۷ء:ص ۲۴

۲۔ایضاً:ص ۱۹

۳۔ڈاکٹر سید عبداللہ/فنِ سیرت نگاری پر ایک نظر/فکر و نظر، اسلام آباد: اپریل ۱۹۷۶ء

۴۔ایضاً

۵۔مکالمہ/مدیر مبین مرزا۔اکادمی بازیافت، کراچی: جنوری ۲۰۰۴ء

۶۔ایضاً

۷۔ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی/حیاتِ محمد قرآن حکیم کے آئینے میں/دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۶ء:ص ۷

۸۔ایضاً

۹۔ایضاً

۱۰۔ایضاً:ص ۱۵

۱۱۔ایضاً:ص ۳۲

۱۲۔ ایضاً:ص ۴۷

۱۳۔ ایضاً:ص ۷۵

۱۴۔ ایضاً:ص ۸۶

۱۵۔انفال:۶۳۔۶۲

۱۶۔حیاتِ محمد قرآن حکیم کے آئینے میں:ص ۹۶

۱۷۔ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی/مقامِ محمد قرآن حکیم کے آئینے میں/دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۵ء:ص ۱۳

۱۸۔مقامِ محمد قرآن حکیم کے آئینے میں:ص ۸

۱۹۔البقرہ:۱۰۴۔۱۰۵

۲۰۔المنافقون:۸

۲۱۔ایضاً

۲۲۔مقامِ محمد قرآن حکیم کے آئینے میں:ص ۹۸۔۹۹

۲۳۔مقامِ محمد قرآن حکیم کے آئینے میں:ص ۲۳۰۔۲۳۱

۲۴۔شش ماہی السیرہ، عالمی/مدیر سید فضل الرحمٰن۔زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی: شمارہ ۱۵۔ص ۱۸۔۱۷

۲۵۔الشعراء:۱۸۴

۲۶۔السیرہ، شمارہ ۱۵:ص ۲۳

۲۷۔السیرہ، شمارہ ۱۵: ص ۲۶
۲۸۔شبلی نعمانی، سیرت النبی: ج ا،ص ۳۰۰۔السیرہ، شمارہ ۱۶: ص ۴۳
۲۹۔السیرہ، شمارہ ۱۷: ص ۶۳
۳۰۔السیرہ، شمارہ ۱۸: ص ۶۵
۳۱۔السیرہ، شمارہ ۱۸: ص ۶۶
۳۲۔السیرہ، شمارہ ۱۹: ص ۷۹
۳۳۔السیرہ، شمارہ ۱۴: ص ۳۷۴
۳۴۔السیرہ، شمارہ ۱۳: ص ۲۵۶
۳۵۔المعارج ۲۳، ۲۴۔السیرہ، شمارہ ۱۳: ص ۲۵۹،
۳۶۔ انفطار: ۱۷، ۱۸، ۱۹
۳۷۔ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی/ نعت اور تنقیدِ نعت/ طاہرہ کشفی میموریل سوسائٹی، کراچی: ص ۴۱۔۴۰

ایک نئے علمی و تحقیقی مجلے کا طلوع

بیادِ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ

تحقیقاتِ حدیث

حدیث و علوم حدیث کے حوالے سے علمی و تحقیقی مقالات و مضامین کا خزینہ

زاویۂ علم و تحقیق

جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی۔ضلع بہاول پور

فون: 062-2261018 طاہر عمر: 0300-7856807

محمد سعید شیخ: 0300-4056110 ساجد حمید: 0300-785614